قیدی

رضیہ فصیح احمد

آج اسکردو کا موسم کچھ بہتر تھا یعنی بارش نہیں تھی۔ مگر اتنا اچھا نہیں تھا کہ ہوائی جہاز آ سکے یا جا سکے۔ میں نے موسم سے صلح کر لی تھی کہ سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے۔ میں اسکردو شہر کے مضافات میں ایک خوبصورت سی جگہ پر ریسٹ ہاؤس میں ٹہرا ہوا تھا۔ زیادہ آبادی نہیں تھی مگر چند گھر تھے اور نزدیک ہی ایک پولیس چوکی تھی جہاں کچھ رونق رہتی تھی۔ آتے جاتے کسی نہ کسی سے سلام علیک کے بعد دو چار باتیں کرنا میرا روزمرہ تھا۔ ہم اخبار نویس اگر یوں نہ کریں تو کہانیاں کہاں سے پائیں۔

چاروں طرف پہاڑوں پر دھند تھی، میدانوں سے آہستہ آہستہ دھند کا گھونگٹ اٹھ رہا تھا۔ میں نے اپنا کوٹ پہنا اور ٹانگیں سیدھی کرنے باہر نکل گیا۔ میں زیادہ تر ایک ہی راستے پر جاتا تھا۔ اس راستے پولیس چوکی کی واحد جیل کوٹھری بھی پڑتی تھی۔ اور کوئی راہی بات کرنے کو ملے نہ ملے، جیل کے آگے کھڑا سپاہی تو مل ہی جاتا تھا۔ وہ سپاہی بھی بدلتے رہتے تھے مگر میں اب سب کو ہی جان گیا تھا۔ وہ بھی مجھ سے باتیں کر کے خوش ہوتے تھے۔ کیونکہ قیدی بے چارہ جیل میں قید تھا اور یہ باہر اس کے قیدی تھے۔

مگر آج کوٹھری کے باہر ایک بالکل نیا چہرہ تھا۔ جوان، ہینڈسم، سیاہ بالوں کا ڈھیر، اس کی وردی اس کے بدن پر ڈھیلی سی تھی مگر اس سے اس کی وجاہت میں کوئی خاص فرق نہیں آیا تھا۔ یہ نیا رنگروٹ پکڑا گیا ہے بیچارہ۔ اس کو تو بندوق پکڑنے کا بھی سلیقہ نہیں۔ میں نے سوچا۔

اس کے پاس جا کر میں رک گیا۔ السلام علیکم میں نے کہا۔

وعلیکم السلام۔ اس نے کہا۔

آج تمہاری ڈیوٹی ہے؟ میں نے بات شروع کی۔

وہ کچھ شرمایا اور خاموش رہا۔ مجھے بات عجیب لگی۔ ہو سکتا ہے یہ بات ان کے ہاں شرم کی ہو کہ پہلے پہل ڈیوٹی جیل گارڈ کی ملی ہے اور لوگ مذاق اڑاتے ہوں، یا غریب کی نئی نئی شادی ہوئی ہو اور نئی نویلی دلہن کو چھوڑ کر یہاں آنا پڑا ہو۔

میں نے طنز کا کانٹا نکالنے کے لئے نرم لہجے میں کہا۔ اچھے برے موسم میں ہمیشہ ٹہلنے نکلتا ہوں، تمہیں پہلے کبھی یہاں دیکھا نہیں۔

۲

وہ پھر کچھ جھینپا اور بولا۔ میں اندر ہوتا ہوں۔

میں سمجھا نہیں، میں نے کہا۔

اب کے وہ مسکرایا، گویا اس نے جھینپنے کا فیصلہ مسترد کر دیا اور عام سے لہجے میں جس میں فخر تو نہیں تھا مگر شرمندگی بھی نہیں تھی کہا۔ میں اس جیل کا واحد قیدی ہوں۔

میں ایک دم گڑبڑا گیا۔ اب کیا کہوں۔ کچھ کہنا چاہتا بھی تھا مگر الفاظ نہیں مل رہے تھے۔

وہ خود ہی بولا۔ گاؤں سے خبر آئی تھی کہ پہریدار کی ماں بہت بیمار ہے۔ اس نے سوچا اب کہاں اوپر لوگوں کو اطلاع دیتا پھرے، جانے کب کوئی دوسرا آدمی آئے۔ ویسے بھی لوگ اب رشتے داروں کی بیماریوں کا یقین نہیں کرتے۔ اس نے مجھے اپنی وردی پہنا کر یہاں کھڑا کر دیا اور گاؤں چلا گیا۔ شاید شام تک آ جائے۔ وہ پھر مسکرایا۔ اس کی مسکراہٹ جاذبِ نظر تھی اور اس کا لہجہ پڑھے لکھوں کا سا تھا۔ اس کے انداز میں کوئی بات تھی جس سے میں نے جانا کہ اس سے مزید باتیں ہو سکتی ہیں۔

بھئی یہ زندگی میں پہلی بار سنا کہ کوئی قیدی اپنا پہرہ خود دے۔

اب کے وہ ہنس پڑا، اس کی جھنکاردار ہنسی اچھی لگی۔ میری ہمّت اور بڑھی۔

تمہارے پہرے دار نے سوچا ہو گا کہ [illegible] بھاگ کر جائے گا کہاں، جہاز نہ آ رہے ہیں نہ جا رہے ہیں۔ یا شاید تم یہیں [illegible] کے

رہنے والے ہو۔ اپنے گھر گئے تو پھر پکڑے جاؤ گے۔

یہ بات بھی ہے اس نے کہا، اور یہ بھی ہے کہ مجھے بھاگنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

ضرورت! میں حیران ہوا۔ یعنی تمہیں آزادی کی ضرورت نہیں ہے، وہ کیوں؟

مجھے یہاں ہر طرح کا آرام ہے، پہرے دار دوست بن گئے ہیں جو چاہوں کروں، باہر بھی گھوم پھر آتا ہوں، کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ یہاں سکون سے اپنے امتحان کی تیاری کر رہا ہوں۔

اچھا، کون سے امتحان کی۔

بی۔ اے کا امتحان دے رہا ہوں، پچھلے سال میری ماں فوت ہو گئی تھی۔ ایک دو پرچے رہ گئے تھے۔

شکل سے پڑھا لکھا لگ رہا تھا، بات چیت سے اس کی تصدیق ہو گئی تھی اب اس نے اپنی زبان سے کہہ دیا کہ وہ امتحان کی تیاری کر رہا ہے تو آخر پکڑا کس جرم میں گیا ہے!

میرا خیال ہے، میں نے کہا۔ کہ یہ وردی اسی پہرے دار کی ہے تمہارے ناپ کی نہیں ہے۔ ۳

لڑکے نے اپنے اوپر ایک نگاہ ڈالی اور مسکرا کر کہا کیا میں جوکر لگ رہا ہوں؟

نہیں، اب ایسا بھی نہیں، کئی سپاہی میں نے اس بھی زیادہ بے ڈول وردی میں دیکھے ہیں۔

وہ پھر ہنس پڑا۔ سر، آپ بیٹھ جائیں۔ اس نے ایک ٹوٹی پھوٹی کرسی کی طرف اشارہ کیا، جس پر پہرے دار تھک کر بیٹھ جاتے ہوں گے۔

نہیں بیٹھوں گا نہیں، میں نے کہا، میں تو ٹہلنے نکلا تھا مگر پہلے تمہاری شخصیت نے اور پھر تمہاری کہانی نے جکڑ لیا۔ میں نے لوگوں سے ان کی آپ بیتی اگلوانے کا گر استعمال کیا۔

وہ پھر مسکرا دیا۔

اچھا یہ بتاؤ کہ تم جیسے ہوشمند، پڑھے لکھے نوجوان کو کس جرم میں دھرا گیا ہے۔ میں آہستہ آہستہ اصل موضوع پر آ رہا تھا۔ دھرا گیا کا لفظ میں نے جان بوجھ کر کہا تاکہ وہ جان لے کہ کم از کم میں اسے بے گناہ سمجھتا ہوں۔

میجر صاحب کے باغ سے سیب چرانے کے جرم میں۔ یہ کہہ کر وہ بے اختیار ہنس پڑا۔ مجھے اس کی ہنسی سے محسوس ہوا کہ درونِ خانہ کوئی اور بات ہے۔ جہاں قدم قدم پر سیب کے درخت پھلوں سے لدے کھڑے ہوں وہاں میجر صاحب کے باغ سے سیب چرانے کی بات دل کو نہیں لگی، اس پر اس کی ہنسی جو ویسے بھی کچھ اور کہانی کہہ رہی تھی۔۔

بات بڑھانے کو میں نے پوچھا۔ کیا ان کے باغ کے سیب بہت خاص ہیں؟

جی ہاں، اس نے کہا اور پھر ہنسا۔ مجھے لگا جیسے وہ اپنے کسی ذاتی لطیفے کا لطف لے رہا ہے۔

کتنے دن کی سزا ہوئی ہے؟

تین ماہ کی، مگر وہ بڑھ بھی سکتی ہے۔

بھئی تمہاری باتوں نے مجھے بالکل الجھا دیا۔ میری سیر تو گئی۔ میں نے ڈرامے کا مکالمہ بڑے انداز سے ادا کیا۔

اوّل تو تین ماہ کی سزا دو ایک سیب توڑنے کے جرم میں بہت زیادہ ہے اور وہ بڑھ بھی سکتی ہے، یہ اور بھی عجیب بات ہے! میں نے کہا۔

سر۔ وہ لڑکا بولا۔ آپ نے مجھ سے اتنے سوال کئے، کیا میں آپ سے بھی ایک سوال کر سکتا ہوں۔

ضرور، میں نے کہا۔

آپ یہاں کیسے اور کہاں سے آئے ہیں اور کب تک رہیں گے؟

تم بہت ہوشیار ہو، میں نے کہا، ایک سوال میں تین سوال کر ڈالے، خیر، میں بتاتا ہوں کہ میں لاہور سے آیا ہوں، لکھنا لکھانا میرا کام ہے۔ اسکردو کے بارے میں ایک مضمون لکھنا چاہتا تھا، مضمون تو لکھ لیا مگر اس خوبصورت خطّے نے مجھے اپنا قیدی بنالیا۔

آپ یہاں سے جانا نہیں چاہتے ؟

چاہتا تو ہوں مگر موسم اجازت نہیں دیتا، روز بشارت ہوتی ہے کہ آج جہاز جائے گا اور روز فلائٹ منسوخ ہو جاتی ہے۔ سو میرے تینوں سوالوں

کے جواب تمہیں مل گئے۔ اب مجھے یہ بتاؤ کہ تمہاری سزا بڑھ کیسے سکتی ہے۔

میں نے بتایا نا کہ پہرے دار دوست بن گئے ہیں، کبھی کبھار گھر جانے کی اجازت بھی دے دیتے ہیں تو میں راستے میں پھر۔۔ میجر صاحب کے گھر جا کر۔۔ وہ مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

تم پھر سیب توڑنے پہنچ جاتے ہو ؟

جی۔ اس نے کہا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ اب بھی تھی۔

ہاں یہ تو بتاؤ تمہارا نام کیا ہے۔

عبدل قادر۔

یار عبدل قادر، یہ بتاؤ کہ تمہاری سزا میں اضافہ کیسے ہو سکتا ہے!

میجر صاحب اپنا تبادلہ کروانا چاہتے ہیں۔ ادھر میرے تین ماہ پورے ہونے والے ہیں، اگر وہ کسی وجہ سے میری سزا کی معیاد سے پہلے نہ جا سکے تو میری سزا میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ اگر وہ جلدی چلے گئے تو ہو سکتا ہے مجھے جلدی چھوڑ دیا جائے۔

پھر، باغ کے سیبوں کا کیا ہو گا۔

س کا فیصلہ میں نے ان کی بیٹی پر چھوڑ دیا ہے۔

واہ میاں قیدی کیا دلچسپ کہانی ہے تمہاری، میں نے ہنس کر کہا۔

مگر، سر اس وقت میں پہرے دار ہوں۔ اس نے شوخی سے کہا۔

مجھے اس کا مذاق اچھا لگا۔ اوہ، سوری میں نے کہا۔ واقعی پہرے دار صاحب تمہاری کہانی مزے

دار ہے، لیکن اگر آپ پہرہ دیتے ہوئے پکڑے گئے تب بھی سزا میں یقیناً اضافہ ہو جائے گا۔

میرا خیال ہے کہ نہیں، ایسے موسم میں کوئی کم نکلتا ہے، اور یہاں کسی کو اس سے غرض بھی نہیں کہ کون پہرہ دے رہا ہے، کون اندر ہے۔ پھر وہ ایک دم جھجکا، اس کی آنکھوں میں تھوڑی سی تشویش نظر آئی، آپ تو کسی سے نہیں کہیں گے ؟

کہہ بھی دوں تو کیا فرق پڑے گا، میں نے اسے چھیڑا۔ تم تو جیل میں خوش ہو۔ تین ماہ کے بجائے چھ ماہ سہی۔

خوش نہیں ہوں جناب، مجبوری ہے، ان حالات میں مطمئن ہوں جو مجھ پر پڑے ہیں ورنہ آزادی کسے اچھی نہیں لگتی۔ آپ نے ابھی کہا اس خوب صورت خطّے نے آپ کو قید کر لیا پھر بھی آپ یہاں سے جلد سے جلد جانا چاہتے ہیں کیونکہ قید کسی کو پسند نہیں ہوتی۔

بھئی تم بہت ذہین ہو، میں نے تم سے ہار مان لی، بس اب ایک آخری سوال کا جواب دو تو میں چلوں۔

پوچھئے سر۔

جب میں یہاں آیا تو تم بالکل اکیلے تھے۔ جیل میں تالا لگا ہوا تھا۔ تمہیں معلوم تھا کہ جیل میں کوئی نہیں ہے، تمہیں کوئی دیکھ نہیں رہا ہے، کونے میں کرسی بھی پڑی تھی تم اس پر بیٹھ بھی سکتے تھے مگر تم دروازے کے سامنے بندوق لئے مستعدی سے کھڑے تھے ۔۔ وہ کیوں ؟

پہرے دار ایک طرح میرا باس ہے، اس نے کہا۔ جو حکم وہ مجھے دیتا ہے وہ میں کرتا ہوں مجھ سے اس نے کہا، یہ وردی پہن کر شام تک کوٹھری کا پہرہ دو، دیکھو بھاگنا مت، میں سمجھتا ہوں مجھے یہ ڈیوٹی دی گئی ہے، اسے پوری طرح کرنا میرا فرض ہے۔ کیا آپ ایسا نہیں سمجھتے، سر؟

میں یہ سمجھا ہوں۔۔ میاں عبدل قادر کہ میجر صاحب نے تمہیں سزا دلوا کر سخت غلطی کی ہے۔ انھیں اپنی بیٹی کے لئے تم سے بہتر شخص ملنا مشکل ہے۔

یہ آپکی مہربانی ہے، اس نے کہا۔ اس کے لہجے میں وہ پہلی بشاشت نہیں تھی۔

مجھے یقین ہے، میں نے اسے خوش کرنے کو کہا۔ کہ میجر صاحب کے باغ کے سیبوں کا فیصلہ تمہارے حق میں ہو گا۔

مگر جناب میں ایک معمولی کسان کا بیٹا ہوں، اس کا سر جو میں نے اب تک جھکا نہیں دیکھا تھا

یکا یک جھک گیا۔

میرے پاس بھی کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ میں نے کہا۔ اب چلوں گا۔

اس سے مصافحہ کرنے کے بعد اس کے جھکے سر اور جھکی گردن کو افسوس سے دیکھتا ہوا وہاں سے چلا آیا۔